

ترجمان القرآن دور حاضر میں قرآن مجید کے پیغام کو سمجھنے کا ذریعہ ہے

ترجمان القرآن

تعارف

تازہ شمارہ

سابقہ شمارے

تحقیق

آپ کی رائے

سبسکریپشن

ممبرشپ

عطیات

رابطہ برائے اشتہارات

پرائی ویب سائٹ

زبان

English

نظام حیات

## ٹکنالوجی اور اخلاقیات کا مسئلہ

سید سعادت اللہ حسینی

انسانی تاریخ کے ہر دور میں علوم و فنون کا، مذہب اور اخلاقیات کے ساتھ گہرا تعلق رہا ہے۔ عصر حاضر کے مسائل کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ اس دور میں یہ رشتہ بے وقعت ہو کر رہ گیا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ جدید مغربی زندگی کی پوری عمارت سیکولر طرز فکر کی بنیادوں پر کھڑی کی گئی ہے۔ جدیدیت کے نظریہ سازوں کے نزدیک: ”مذہبی اور اخلاقی تصورات کا نہ صرف سائنس اور علوم و فنون سے کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ یہ تصورات علمی ترقی اور سماجی زندگی کی راہ میں رکاوٹ تھے۔“ چنانچہ اس بات کی سنجیدہ کوشش کی گئی کہ خاص طور پر سائنسی اور ٹکنالوجیکل تحقیقات ہر طرح کے اخلاقی اثر سے آزاد ہو کر کی جائیں۔ جس کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ جدید ٹکنالوجی نے جب اپنے سفر کا آغاز کیا تو اس وقت اس کے سامنے کوئی اخلاقی نصب العین نہیں تھا۔ پھر جدید مغربی تہذیب کے سامنے ایک اہم ہدف ’فطرت سے جنگ‘، یا ’فطرت پر فتح‘ کا حصول تھا۔ وہ انسان کی کامیابی کا کمال یہ سمجھتے رہے کہ فطرت کی تمام طاقتوں پر انسان کو مکمل کنٹرول حاصل ہو جائے۔ اس کا فطری نتیجہ یہ نکلا کہ ٹکنالوجی فطرت سے ہم آہنگ نہیں رہ سکی۔ پھر دوسرا بڑا سانحہ یہ ہوا کہ اخلاقی تصورات سے آزاد ہوجانے کے بعد سائنس و ٹکنالوجی عملاً ’غیر جانب دار‘ (neutral) نہیں رہ سکی بلکہ تجارتی، سیاسی اور فوجی مفادات کے تابع ہو گئی۔ \* جدید ٹکنالوجی کے پیدا کردہ مسائل اس صورت حال نے درج ذیل شدید نقصانات سے عالم انسانیت کو دوچار کر دیا:

- ۱۔ فطرت پر ’فتح‘ کے جذبے کے سبب فطرت کو بُری طرح پامال کیا گیا۔ جس کے نتیجے میں خوف ناک ماحولیاتی بحران پیدا ہوا، اور آج صورت حال یہ ہے کہ ہوا، پانی سب کچھ زہر آلود ہو چکا ہے اور بنی نوع انسان کے وجود پر خطرات کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ ۲۔ مادہ پرست تہذیب نے عیاشی اور اسراف کا جو مزاج پیدا کیا، اس کی وجہ سے قدرتی وسائل کی بے پناہ لوٹ مچی۔ دولت مند افراد اور دولت مند ممالک نے باقی دنیا کی پروا کیے بغیر، ٹکنالوجی کے ذریعے اپنے آرام اور تعیش کا سامان پیدا کیا اور انجام یہ ہے کہ آج ہوا،

پڑھنے میں دشواری

ویب سائٹ کو اشتیاق میں دیکھنے کے لئے  
اشتیاق فورٹ ڈاؤن لوڈ کریں۔ فائٹ  
کو انسٹال کرنے کے بعد  
اس صفحے کو دوبارہ لوڈ کریں۔

سابقہ شمارے

2019

جنوری	فروری	مارچ
اپریل	مئی	جون
جولائی	اگست	ستمبر
اکتوبر	نومبر	دسمبر

ماہنامہ ترجمان القرآن

جولائی 2019 ء

60 سال پہلے  
حکمت عملی کا مسئلہ

اشارات

صدر محمد مرسى کی شہادت،

عالمی ضمیر اور اُمتِ مسلمہ

پروفیسر خورشید احمد

اشارات

بقیہ اشارات

یاد رفتگان

شہید قدسی، محمد مرسى

عبد الغفار عزیز

نظام حیات

قرآن، سنت اور قربانی

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

شرح

قیمت فی شمارہ : 50 روپے

زرسالانہ : 500 روپے

سالانہ ، رجسٹرڈ : 800 روپے

۵ سال کے لیے : 2200 روپے

معاون خصوصی : 7500 روپے

ہنگلہ دیش، بھارت، ایران، مشرق وسطیٰ، مشرق بعید، یورپ افریقہ :  
2500 روپے

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا : 3000 روپے

الابلاغ ٹرسٹ ترجمان القرآن البرکہ  
بنک، لاہور : 011 0312 A/c  
312598 6019

اہم ویب سائٹس

ابھی تک کوئی موجود نہیں۔

Top

پانی، توانائی جیسی بنیادی ضروریات کا شدید بحران پیدا ہو گیا ہے۔ ۳۔ جدید ٹکنالوجی کا، جب جدید قوم پرستانہ نظریات اور توسیع پسندانہ سامراجی عزائم کے ساتھ ملاپ ہوا تو انسانی تاریخ کے بھیانک ترین ہتھیار وجود میں آئے۔ آج پوری دنیا ان ہتھیاروں کی وجہ سے چند بڑی طاقتوں کی یر غمال بنی ہوئی ہے۔ اور ایسی صورت حال پیدا ہو چکی ہے کہ کسی بھی وقت چند وحشی قوم پرست درندے، اپنے بھیانک ہتھیاروں کے ذریعے، پلک جھپکنے میں پوری دنیا کو تباہی سے دوچار کر سکتے ہیں۔ ۴۔ جن اخلاقی تصورات کے زیر سایہ، یہ جدید ٹکنالوجی پروان چڑھی، اس کا نتیجہ ہے کہ آج فحاشی و بے راہ روی کو فروغ دینے والی انٹرٹینمنٹ ٹکنالوجی جدید دنیا کی ایک اہم ترین ٹکنالوجی ہے۔ تولیدی ٹکنالوجیز، کلوننگ، جینیاتی ٹکنالوجی کی کئی قسموں نے جنسی اخلاقیات کی بنیادوں ہی کو منہدم کر دیا ہے اور خاندانی نظام دنیا بھر میں شدید بحران کا شکار ہو گیا ہے۔ ۵۔ سب سے اہم بحران وہ ہے، جسے آپ ’ترجیحات کا بحران‘ کہہ سکتے ہیں۔ سرمایہ دارانہ مغربی تہذیب کی غلامی میں، اس ٹکنالوجی کی ترجیح صرف بڑی بڑی تجارتوں اور سرمایہ داروں کا مفاد ہے۔ اس ضمن میں دفاعی ٹکنالوجیز میں اندھا دھند ترقی کے لیے دنیا کے بہترین دماغ لگے ہوئے ہیں کہ یہ سب سے زیادہ نفع بخش صنعت ہے۔ گذشتہ چند برسوں میں دنیا کی بہترین صلاحیتیں انفارمیشن ٹکنالوجی میں صرف ہوئیں۔ اس لیے کہ اس سے بڑے تجارتی مفادات وابستہ ہیں، حتیٰ کہ میڈیکل اور صحت عامہ سے متعلق تحقیقات میں بھی اُن امراض کے علاج پر پوری توجہ ہے، جنہیں امیر انسانوں اور امیر ملکوں کے امراض سمجھا جاتا ہے۔ تیسری دنیا کے غریب عوام کے مسائل صحت پر بہت کم توجہ ہے۔ اس پس منظر نے ساری دنیا میں ’ٹکنالوجی کی اخلاقیات‘ (Techno-ethics) کا سوال پوری شدت کے ساتھ کھڑا کیا ہے۔ دو تین صدیوں کے تجربات کے بعد دنیا یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئی ہے کہ: ”ٹکنالوجی اور سائنس و اطلاقی سائنس پر بھی کچھ اخلاقی بندشیں عائد ہونی چاہئیں۔“ یہ سوال کہ ”کس ٹکنالوجی کی ایجاد ہونی چاہیے یا نہیں؟“ یہ بھی اخلاقی اصولوں کی بنیاد پر ہی طے ہونا چاہیے، اور: ”جب کوئی ٹکنالوجی ایجاد ہو جائے، تو اس کا استعمال کن مقاصد کے لیے ہونا چاہیے اور کن مقاصد کے لیے نہیں؟“، اس کا مناسب جواب بھی اخلاقی ضابطوں میں موجود رہنا چاہیے۔ دیر سے سہی، لیکن اب ’ٹکنالوجی کی اخلاقیات‘ ساری دنیا میں ایک اہم ڈسپلن کے طور پر ابھر رہا ہے۔ ٹکنالوجی سے متعلق کانفرنسوں اور علمی مباحث میں یہ مسئلہ اب اہم موضوع بنتا جا رہا ہے۔ حکومتیں اس کی بنیاد پر ضابطہ بندیاں کر رہی ہیں اور تعلیم گاہوں میں ٹکنالوجی کے ہر کورس کا یہ لازمی حصہ بن رہا ہے۔ \*اسلام کے رہنما اصول ٹکنالوجی کی اخلاقیات کا تعین کرتے ہوئے، اسلام کے درج ذیل اہم تصورات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ یہی تصورات، ٹکنالوجی کے بارے میں اسلامی اخلاقیات کی تشکیل کے لیے بنیاد کا کام کرتے ہیں اور دنیا بھر کو رہنمائی دیتے ہیں: ۱۔ نظریہ توحید: خدائے واحد پر یقین کامل، اس کی صفات کو تسلیم کرنا، اُسے کائنات کا حقیقی مالک اور حاکم ماننا، خود کو اس کا بندہ اور غلام سمجھنا، اپنے آپ کو اس کے سامنے جواب دہ سمجھنا، اسے علم و حکمت کا سرچشمہ ماننا، اور اس کے لیے حمدوثنا، شکر و احسان مندی اور محبت و اطاعت کے جذبات سے اپنے دل کو ہر دم آباد رکھنا۔ یہ اسلامی عقیدہ توحید کے بنیادی اجزا اور تقاضے ہیں اور یہی اسلامی اخلاقیات بلکہ زیادہ بہتر لفظوں میں انسانی اخلاقیات کی اصل بنیاد ہیں۔ ۲۔ نظریہ خلافت: اس دنیا میں انسان، اللہ کا خلیفہ (vicegerent) ہے: وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ط (البقرہ ۲۹: ۲) (پھر ذرا اس وقت کا تصور کرو، جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ ”میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔“)۔ خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اس کی اصل ذمہ داری یہ ہے کہ اللہ کے دین کو اس زمین میں غالب کرے اور اللہ کی مرضی کے مطابق، جاہلیت سے پاک ایک نئی تہذیب اور ایک نئے تمدن کی تعمیر کا فریضہ انجام دے۔ زندگی کے ہر شعبے کو اللہ کی بغاوت اور نافرمانی کی آلودگیوں سے پاک کرے۔ یہی وہ مقصد ہے جس کے حصول کی خاطر انسان اس دنیا میں پیدا کیا گیا ہے۔ ۳۔ نظریہ تسخیر اور نظریہ امانت: اس دنیا کی ساری چیزیں انسان کے لیے مسخر کی گئی ہیں: وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِی

السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ﴿٤٥﴾ (الجاثیہ ٤٥: ١٣) (اس نے زمین اور آسمانوں کی ساری ہی چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا، سب کچھ اپنے پاس سے)۔ یہ سب اللہ کی امانت ہیں اور ان امانتوں کے سلسلے میں انسان جواب دہ ہے: ثُمَّ لَنَسْأَلَنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ﴿٤٨﴾ (التکاثیر ٨: ١٠٢) (پھر ضرور اُس روز تم سے ان نعمتوں کے بارے میں جواب طلبی کی جائے گی)۔ ان میں اللہ کی مرضی کے مطابق اور اس کے دیے ہوئے حدود کے اندر ہی تصرف جائز ہے۔ ۴۔ توازن اور میزان : اللہ کی تخلیق کردہ کائنات میں حیرت انگیز توازن پایا جاتا ہے۔ خدا کے خلیفہ کی حیثیت سے اس توازن کو قائم رکھنا ہماری ذمہ داری ہے۔ اس میں خلل اور فساد، خدا کے غضب کا موجب ہو سکتا ہے: وَالسَّمَاءُ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ﴿٧﴾ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ﴿٨﴾ (رحمن ۵۵: ۷-۸) (آسمان کو اُس نے بلند کیا اور میزان قائم کر دی۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم میزان میں خلل نہ ڈالو)۔ ۵۔ انسانی تکریم : ہر انسان محترم و مکرم ہے: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (بنی اسرائیل ۷۰: ۱۷) (ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی)۔ اس کی جان، اس کی آبرو، اس کا جسم سب کچھ محترم ہے۔ مرنے کے بعد بھی اس کا یہ حق ہے کہ اسے احترام کے ساتھ آخرت کے سفر پر رخصت کیا جائے۔ ۶۔ فلاح انسانیت : ہماری ذمہ داری ساری انسانیت کی فلاح و بہبود ہے۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو انسان کی فلاح اور دیگر انسانوں کے ساتھ احسان کے لیے استعمال کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ سورئہ قصص میں اللہ تعالیٰ نے قارون کے ذکر میں فرمایا ہے: وَابْتَغَ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفُسَادَ ﴿١٠﴾ (القصص ۷۷: ۲۸) (جو مال اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر اور دنیا میں سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر، احسان کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے، اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش نہ کر، اللہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا)۔ اس آیت کا حکم ہے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو آخرت کا گھر بنانے کے لیے استعمال کرنا چاہیے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان نعمتوں کے ذریعے انسانوں کے ساتھ احسان کیا جائے اور فساد بپا نہ کیا جائے۔ ۷۔ انسانی آزادی اور حقوق : ہر انسان کو اللہ نے آزاد پیدا کیا ہے، اور ہر انسان کو بنیادی انسانی حقوق حاصل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن میں اس بات کا تذکرہ فرمایا ہے کہ: وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَ اللَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ط (اعراف ۱۵۷: ۷) (اور ان پر سے وہ بوجھ اُتارتا ہے جو اُن پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے)۔ دین کے معاملے تک میں جبر کے ذریعے لوگوں کی آزادی سلب کرنا اسلام کے نزدیک جائز نہیں۔ چنانچہ کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ انسان کی آزادی سلب کرے۔ اس کی نجی زندگی (privacy) میں مغل ہو اور اس کی سوچ پر پھرے لگائے یا اس کا استحصال کرے۔ ۸۔ مخلوقات کا حق : انسان کے ساتھ ساتھ چرند پرند، نباتات کے بھی حقوق ہیں۔ اور انسان ان حقوق کے سلسلے میں بھی اللہ کے سامنے جواب دہ ہے: وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَيْرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَلُكُمْ ﴿١٠﴾ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿٣٨﴾ (الانعام ۳۸: ۶) (زمین میں چلنے والے کسی جانور اور ہوا میں پروں سے اڑنے والے کسی پرندے کو دیکھ لو، یہ سب تمہاری ہی طرح کی انواع ہیں، ہم نے ان کی تقدیر کے نوشتے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، پھر یہ سب اپنے رب کی طرف سمیٹے جاتے ہیں)۔ ۹۔ میانہ روی : اللہ نے جو وسائل مہیا کیے ہیں، ان کے استعمال میں میانہ روی ہونی چاہیے، نہ کنجوسی جائز ہے اور نہ فضول خرچی: وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ﴿٢٦﴾ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ﴿١٠﴾ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِمْ كَفُورًا ﴿٢٧﴾ ..... وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ﴿٢٩﴾ (بنی اسرائیل ۲۶-۲۷، ۲۹) (فضول خرچی نہ کرو۔ فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے... نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ)۔ ۱۰۔ مقاصد شریعت : دین، جان، مال، عقل اور نسب و آبرو کی حفاظت ہونی چاہیے۔ ۱۱۔ ترجیحات کا شعور : انسانی ضرورتوں میں وہ ضرورتیں مقدم ہیں، جن کا تعلق جان کی حفاظت سے ہے، یعنی ضروریات۔ اس کے بعد حاجات کا نمبر آتا ہے، یعنی وہ تقاضے جن کے بغیر زندگی پُر مشقت بن جاتی ہے،

اور پھر تحسینیات کا نمبر آتا ہے، یعنی وہ جن سے زندگی میں حُسن اور سلیقہ پیدا ہوتا ہے۔ تقاضوں کو اسی ترتیب کے ساتھ ملحوظ رکھا جائے گا۔ \*ٹکنالوجی کی اخلاقیات ان اصولوں کے اطلاق سے ٹکنالوجی کے لیے جو رہنما اصول وضع ہوتے ہیں، انہیں درج ذیل نکات کے تحت بیان کیا جاسکتا ہے: ۱۔ عام تباہی کے ایسے ہتھیار، جو ساری زمین کو تباہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، وہ مذکورہ بالا تمام اصولوں سے متصادم ہیں۔ اسلامی اخلاقیات ایسی ٹکنالوجی کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ اہل اسلام کی یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ایسے ہتھیاروں کے خلاف عالمی راے عامہ ہموار ہو اور ان کے اتلاف پر اس سے متعلق ریسرچ کی ممانعت پر ساری دنیا متفق ہو جائے۔ ہمارے اہل علم میں اس امر پر تو اختلاف راے ہے کہ کیا عام تباہی کے ہتھیار مکمل طور پر ممنوع قرار دیے جائیں یا اس وقت تک جائز ہوں جب تک ظالم طاقتوں کے پاس یہ ہتھیار موجود ہیں؟ لیکن اس بات پر بڑی حد تک اتفاق ہے کہ یہ کوشش کی جائے کہ پوری دنیا سے یہ جوہری، جراثیمی اور کیمیائی ہتھیار ختم ہو جائیں۔ ۲۔ صنعت و حرفت کی ایسی ترقی اور ایسی ٹکنالوجیز جو ماحولیاتی توازن کو درہم برہم کرنے کا سبب بنتی ہوں، حیاتیاتی تنوع کو نقصان پہنچاتی ہوں، فطری ماحول کو آلودہ کرتی ہوں یا انسانوں اور اللہ کی دیگر مخلوق کی زندگیوں کو خطرے میں ڈالتی ہوں، وہ بھی ممنوع قرار پائیں گی۔ تجارتی اور مالیاتی مفادات کی تابع داری کرنے والی مادہ پرست ٹکنالوجی نے آج چند لوگوں کے تعیش اور آرام کے لیے کروڑوں انسانوں کی زندگیوں کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ ایسی ٹکنالوجی پالیسی کی اسلامی اخلاقیات متحمل نہیں ہوسکتی۔ اسلامی اخلاقیات نہایت سختی کے ساتھ گرین اور ماحول دوست ٹکنالوجی کو فروغ دے گی۔ ۳۔ انسانوں میں ایسی 'جراثیمی و جینیاتی دخل کاری' (Germ Line Genetic Manipulation) اور تبدیلی جو آئندہ انسان کے فطری وجود کو مسخ کرنے کا باعث بن سکے، اسلامی لحاظ سے سخت ناپسندیدہ ہوگی۔ اب ایسے نیم انسانوں کی افزائش کے منصوبے بن رہے ہیں جو انسانی جذبات سے محروم ہوں گے اور کارخانوں میں بے تکان کام کرسکیں گے۔ انسانی اعضا کی تشکیل و فروخت کے لیے بے جان انسانی جسم پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ یہ سب کوششیں، اللہ کی بنائی ہوئی ساخت میں تبدیلی، فطرت سے کھلواڑ اور انسانی تکریم کے اصول سے متصادم ہیں: وَلَا مَرْتَهُمْ فَلْيَغَيِّرَنَّ خَلْقَ اللَّهِ ۝ وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرًا مُّبِينًا ۝ (النساء ۱۱۹:۴) (میں [شیطان] انہیں ضرور حکم دیتا رہوں گا اور وہ یقیناً اللہ کی بنائی ہوئی خلقت کو بدلا کریں گے، اور جو کوئی اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنا لے تو وہ واقعی صریح نقصان میں رہا)۔ ۴۔ علمائے اسلام نے انسانی کلوننگ کو بجاطور پر ممنوع قرار دیا ہے۔ مصنوعی تولید کے وہ تمام طریقے جن میں عورت کے رحم میں اس کے شوہر کے سوا کسی اور نطفے کو استعمال کرتے ہوئے حمل ٹھیرایا جائے، یہ بھی شرعاً ناجائز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی شریعت میں نسب کا تحفظ خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ اس لیے یہ سب ٹکنالوجی اسلامی اخلاقیات کے لحاظ سے نامناسب قرار پائے گی۔ ۵۔ اسلامی اخلاقیات، ٹرانس ہیومنزم کی اس موومنٹ کی بھی روادار نہیں ہوسکتی، جس کے ذریعے یہ کوشش کی جارہی ہے کہ انسانی جسم اور ذہن کی صلاحیتوں: نینوٹکنالوجی، بایوٹکنالوجی، انفارمیشن ٹکنالوجی اور کوگنیٹو (Cognitive) سائنس یعنی NBIC کے امتزاج سے انسان کے اندر جینیاتی تبدیلیوں کے ذریعے لاکھوں اس کی صلاحیتوں میں غیر فطری طور پر بے پناہ اضافے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ اسے HET یا انسانی صلاحیت میں اضافے کی ٹکنالوجی (Human Enhancement Tecnology) کہا جاتا ہے۔ بعض اوقات انسانی جسم، دماغ یا اعصابی نظام کے اندر مصنوعی آلات اور اضافی مشینیں لگا کر بھی انسان کی بعض صلاحیتوں میں اضافے کی کوشش کی جارہی ہے، مثلاً یہ کہ انسان کی آنکھ اندھیرے میں بھی دیکھنے کے لائق ہو جائے، اس کا دماغ انٹرنیٹ سے جڑ کر دنیا کی معلومات کا سمندر بن جائے، یا اس کے عضلات کبھی تھکنے نہ پائیں وغیرہ۔ کارکردگی میں اضافہ، یا شوق کی خاطر جسم کی فطری ساخت میں ایسی تبدیلیاں، اللہ کی ساخت میں تبدیلی اور فطرت سے کھلواڑ کی کوشش ہے۔ ۶۔ علما نے بجاطور پر غیر ضروری

جسمانی تبدیلیوں (Body Modification) کو بھی ناجائز قرار دیا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصنوعی بال لگانے تک سے منع کیا ہے: لَعَنَ اللَّهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ [بخاری، حدیث: ۵۵۹۶] ”اللہ نے بالوں میں مصنوعی بال لگانے والیوں پر اور لگوانے والیوں پر لعنت بھیجی ہے“۔ تو اس شکل میں اسلام کیسے اجازت دے سکتا ہے کہ جوان نظر آنے کے لیے پلاسٹک سرجری کی جائے اور شکل و شباہت بدلی جائے۔

جنس کی تبدیلی وغیرہ کے آپریشن تو فطرت سے کھلی بغاوت ہیں۔ ۷۔ انسانی جان بچانے کے لیے اعضا کی منتقلی (organ transplant) کی اسلام اجازت دیتا ہے، اس لیے کہ انسانی جان کا تحفظ شریعت کا اہم مقصد ہے۔ لیکن اعضا کی خرید و فروخت اسی بنیاد پر ممنوع قرار دی گئی ہے کہ اس سے انسانی تکریم کا اسلامی اصول مجروح ہوتا ہے۔ ۸۔ جدید انفارمیشن ٹکنالوجی کا ایک تاریک پہلو یہ ہے کہ اس نے عام انسانوں کی نگرانی یا نظارت (surveillance) کے نتیجے میں حکمرانوں کے ظلم و استحصا کی صلاحیت بڑھا دی ہے۔ ڈاٹا مائننگ، جی پی ایس، وغیرہ ٹکنالوجیز کے بہت سے فائدے بھی ہیں لیکن ان ٹکنالوجیز کا آج ساری دنیا میں انسانوں کے استحصال کے لیے بڑے پیمانے پر استعمال ہو رہا ہے۔ اسلامی اخلاقیات، انسانوں کی آزادی میں ایسی مداخلت کی اجازت نہیں دے سکتی۔ ان ٹکنالوجیز کے لیے ایسے رہنما اصول ضروری ہیں، جن کے نتیجے میں ان کے غلط استعمال پر سخت بندشیں عائد ہوسکیں۔ ۹۔ جنسی کھلونوں اور جنسی ڈمیوں جیسی ٹکنالوجیز، اسلام کے حیا و عفت کے تصورات سے براہ راست متصادم ہیں۔ اسلام کے نزدیک جنسی خواہش کی تکمیل کی پشت پر بھی پاکیزہ تمدنی مقاصد پوشیدہ ہیں اور اس خواہش کی ایسی تکمیل ہی جائز ہے جو ان مقاصد کے حصول کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ کھلے عام نکاح کے علاوہ جنسی تُلذذ کے تمام طریقوں کا اسلام نے دُور تک جاکر سدباب کیا ہے: وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ج (الانعام ۱۵۱: ۶) (بے شرمی کی باتوں کے قریب بھی نہ جانو، خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی)۔ اسلامی اخلاقیات مذکورہ ٹکنالوجیز کے بھی تمام دروازے سختی سے بند کرے گی۔ ۱۰۔ تفریح یا انٹرٹینمنٹ کے نام سے جو بے شمار ٹکنالوجیاں وجود میں آئی ہیں، وہ اسلام کے اخلاقی نقطہ نظر سے بہت سی پابندیوں (regulation) کا تقاضا کرتی ہیں۔ فلم، ٹی وی اور انٹرنیٹ جیسی ٹکنالوجیز جہاں بہت سے فائدے رکھتی ہیں، وہیں یہ عصر حاضر میں فحاشی، بے حیائی اور بے مقصدیت جیسی بُرائیوں کے فروغ کا بہت بڑا سبب اور ذریعہ ہیں۔ اسلامی اخلاقیات ان ٹکنالوجیز پر مکمل پابندی کا تقاضا تو نہیں کرے گی، لیکن ان کو ایسے اصولوں اور ضابطوں کا پابند ضرور بنانا چاہیے گی، جن سے ان کے غلط استعمال کی روک تھام ہوسکے۔ اس کے لیے قانونی راستوں کے علاوہ خود ٹکنالوجی کا راستہ بھی اختیار کرنا ہوگا۔ جدید دور میں کمپیوٹر گیمز کی ٹکنالوجی بھی اسی صف میں داخل ہے۔ اس کے فائدے بہت کم ہیں اور نقصانات بہت زیادہ اور ہمہ جہت ہیں۔ ۱۱۔ ایسی ٹکنالوجیز جو انسانی آبادی کے لیے طرح طرح کے خطرات پیدا کریں، مثلاً خودکاری (Automation) کی وہ سطح کہ جس کے نتیجے میں بڑی انسانی آبادی، بے روزگار ہوجائے یا مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence) یا روبوٹکس (Robotics) کی ایسی انتہائی شکل، کہ جس کے نتیجے میں خود انسان، مشینوں کے آگے بے بس ہوجائے، یہ بھی بلاشبہ بنی نوع انسان کے اجتماعی مفاد سے متصادم ہے۔ ٹکنالوجی کی اسلامی اخلاقیات، اس کی بھی اجازت نہیں دیتی۔ ۱۲۔ دفع مضرت کے فقہی اصول کے دائرے میں وہ ٹکنالوجیز بھی آتی ہیں، جو انسانی صحت کے لیے طرح طرح کے مسائل پیدا کر رہی ہیں اور بھیانک بیماریوں کا سبب بن رہی ہیں۔ زرعی ٹکنالوجی کی عالمی کمپنیاں، اپنے تجارتی مفادات کے لیے، جینیاتی تبدیلی کے ذریعے ایسے پھل، اناج اور دیگر غذائی اشیا پیدا کر رہی ہیں، جن کا انسانوں کے لیے نقصان دہ ہونا اب بہت واضح ہوچکا ہے۔ فارم ہائوسوں میں مرغیوں کی تیز رفتار افزائش کے مصنوعی طریقے، مصنوعی یا کیمیائی دودھ، تباہ کن کھاد اور جراثیم کش ادویات کا بے تحاشا استعمال وغیرہ ان سب جدید طریقوں نے لاکھوں انسانوں کی جانیں لی ہیں اور آبادی کے بڑے حصے کی صحت پر بُرا اثر ڈالا ہے۔ بعض ٹکنالوجیز انسانوں کی بڑھتی ضرورتوں کے پیش نظر غذائی اجناس کی

پیداوار بڑھانے کے اچھے مقصد سے شروع ہوئیں، لیکن اب ان کے پیش نظر زیادہ تر منافع خوری کا مقصد ہی ہے۔ اسلامی اخلاقیات، ایسی بے رحم مادہ پرستی کی قطعی روادار نہیں ہوسکتی۔\* درپیش چیلنج اور تقاضے یہاں گنتی کی چند مثالیں دی گئی ہیں۔ ان مثالوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کئی معاملات میں اسلامی اخلاقیات، ٹکنالوجی کی اخلاقیات سے متعلق ان تصورات سے ہم آہنگ ہے، جو اس وقت دنیا میں رائج ہیں یا جن پر بڑی حد تک اتفاق رائے پایا جاتا ہے۔ لیکن ان کے علاوہ اسلام کے اپنے اخلاقی تصورات بھی ہیں۔ بہت سی ٹکنالوجیز ایسی ہیں جن میں موجودہ غالب قوتیں کوئی اخلاقی خرابی محسوس نہیں کرتیں لیکن اسلام کے نزدیک وہ سخت معیوب ہیں۔ اہل اسلام کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس وقت، جب کہ ساری دنیا میں ٹکنالوجی کی اخلاقیات (ٹیکنوایتھکس) کا موضوع زیر بحث ہے، وہ اس بحث میں آگے بڑھ کر حصہ لیں۔ اسلامی فکر و نظر کے حامل ماہرین ٹکنالوجی کی جہاں یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اخلاقی لحاظ سے نامناسب یا نقصان دہ ٹکنالوجیز کی روک تھام کریں، وہیں اسلام کے ان اخلاقی اصولوں کا تقاضا یہ بھی ہے کہ بہتر اور مفید تر ٹکنالوجیز فروغ دی جائیں۔ یہ اہل اسلام کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسی ٹکنالوجیز کو فروغ دیں، جو اسلام کے مقاصد کے مطابق، مثلاً ظلم و استحصا کو کم کرنے والی اور مساوات کو فروغ دینے والی ہوں۔ غریبوں کے صحت کے مسائل کو آج بھی وہ اہمیت نہیں مل سکی ہے کہ جس کے وہ مستحق ہیں۔ ایسی ٹکنالوجیز جن کے ذریعے حکومتوں کا کام زیادہ شفاف ہو جائے یا ظالم کے لیے ظلم کرنا مشکل ہو جائے، ابھی صرف ناولوں ہی میں پائی جاتی ہیں۔ وہ ٹکنالوجیز جو کم قیمت پر غریبوں کی دیہی زندگی کو آسان بنائیں اور دیہی معیشت کے لیے سہولتیں پیدا کریں یا کم قیمت پر صاف پانی، اور آسان اور ارزاں توانائی فراہم کریں، یا جو اُن حادثوں اور آفات سے حفاظت کی ضمانت دے سکیں، جو عام غریب انسانوں کی بڑے پیمانے پر ہلاکت کا سبب بنتے ہیں، یہ سب خواب بنوز تکمیل طلب ہیں اور اہل اسلام کی فکر مندی اور اقدام کے منتظر ہیں۔ گذشتہ صدی کے آخری حصے میں جرمن فلسفی ارنسٹ فریڈرک شو میکر [۱۹۱۱ء-۱۹۷۷ء] نے ’موزوں طرزیات‘ (Appropriate Technologies) کی تحریک شروع کی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ: ”اگر ٹکنالوجی کے ماہرین صرف بڑے سرمایہ دار آقاؤں کی خدمت کرنے کے بجائے عام آدمی کی ضرورتوں کے بارے میں سوچیں، تو دنیا کے اربوں غریب عوام کی زندگیوں کو نہایت آسان اور سہولت بخش بنایا جاسکتا ہے، اور اُن سب مسائل کو حل کیا جاسکتا ہے، جن کی وجہ سے تیسری دنیا کے غریب لوگ سخت مصیبتیں جھیل رہے ہیں۔“ یہ تصورات بلاشبہ اسلام کی پیش کردہ اخلاقیات سے ہم آہنگ ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کا جو کردار پیش کیا ہے، اس کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ انھوں نے ایک پریشان حال قوم کا ایک پیچیدہ مسئلہ حل کیا تھا اور ایسی دیوار تعمیر کر دی تھی جس سے قوم، یا جوج ماجوج کے شر سے محفوظ ہو گئی۔ اس واقعے کا اہم پہلو یہ ہے کہ ذوالقرنین نے افرادی قوت اسی قوم کی استعمال کی تھی: فَأَعْيُونِي بِقُوَّةٍ اجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا [الکھف: ۹۵] ”تم بس محنت سے میری مدد کرو، میں تمہارے اور ان کے درمیان بند بنائے دیتا ہوں۔“ اس قوم نے وسائل بھی بہم پہنچانے کی پیش کش کی تھی، لیکن ذوالقرنین نے اسے قبول نہیں کیا۔ اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کے پاس وسائل اور افرادی قوت موجود تھی لیکن وہ اس فن سے واقف نہ تھی اور ذوالقرنین کے پاس آئیڈیا اور ٹکنالوجی تھی جس کا استعمال کرتے ہوئے انھوں نے اس قوم کا مسئلہ حل کر دیا۔ ٹکنالوجی کی اسلامی اخلاقیات پر بحث، صرف ممنوعات کی فہرست تک محدود نہیں ہونی چاہیے بلکہ مطلوب اور مفید ٹکنالوجیز کے فروغ اور ان کے ذریعے انسانی مسائل کے حل کا یہ ذوالقرنینی کردار، اس بحث کا اہم حصہ بننا چاہیے۔ بر تہذیب اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اختراع و ایجاد کی ضرورت مند ہوتی ہے۔ کسی بھی تہذیب کا محل صرف مانگے کے چراغوں سے روشن نہیں ہوسکتا۔ اسلامی حدود میں فلم سازی، ٹی وی اور انٹرنیٹ کا استعمال، آج ہم کرنا چاہیں تو ضرور کریں، لیکن یہ نہ بھولیں کہ یہ سب اُس مخصوص تہذیب کی پیداوار ہیں، جو بے مقصد تفریح پر حد سے زیادہ اصرار کرتی ہے۔ جدید مغربی تہذیب کو ناچ گانے اور



بے مقصد تقریحات سے جو دل چسپی ہے، اسی کے نتیجے میں آج دسیوں ٹکنالوجیز وجود میں آئی ہیں۔ شاید یہ ٹکنالوجی اسلامی تہذیب کے زیر سایہ وجود میں نہیں آتیں۔ لیکن دوسرا پہلو یہ ہے کہ ایسی بہت سی ٹکنالوجیز ہوسکتی ہیں، جو اسلامی تہذیب کی ضرورت ہوتیں اور چونکہ مسلمان کئی صدیوں سے ٹکنالوجی میں پیچھے ہیں، اس لیے وہ وجود میں ہی نہیں آئیں۔ اسلام کے تہذیبی مقاصد اس کے اپنے تہذیبی ذرائع چاہتے ہیں، اور ان ذرائع کی کھوج، ذہانت اور اُچ اور اختراعی صلاحیتوں کا مطالبہ کرتی ہے۔ یہ کام وہی لوگ کرسکتے ہیں، جو اسلام کے بھی مزاج شناس ہوں اور ٹکنالوجی بھی جانتے ہوں۔ ایسے لوگ تقلید جامد کی فضا سے نکل کر اپنی ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں تو ایسی سیکڑوں نئی چیزیں، نئے فنون اور نئی ٹکنالوجیز ایجاد ہوسکتی ہیں، جو اسلام کے تہذیبی مقاصد کی تکمیل بھی کریں اور اس کے مزاج سے ہم آہنگ بھی ہوں۔ بلاشبہ یہ ٹکنالوجی کی اسلامی اخلاقیات کا اہم تقاضا ہے۔

---

صفحہ اول	ترتیب شمارہ	تاریخی پس منظر	ادارتی سفر	اہم واقعات
ایک جھلک	عطیات			